استحسان بحیثیت ماخذِ فقہِ اسلامی

شفقت حسین خادم - ایم اے شعبہ علومِ اسلامی - یونیورسٹی آف کراچی

مستقل ماخذِ فقہ، قرآن، سنت، اجماع اور قیاس، جن پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ علاوہ ازیں فقہ کے کچھ غیر مستقل ماخذ بھی ہیں، جن میں احناف کے نزدیک سب سے اہم "استحسان" ہے۔ فقہاء کی اصطلاح میں مسئلے کے دو پہلوؤں میں ایک کو کسی معقول دلیل کی بنا پر ترجیح دینے کا نام استحسان ہے۔ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ استحسان کے قائل ہیں۔ اور اسے اثباتِ حکم کے لیے حجتِ شرعیہ سمجھتے ہیں بلکہ امام مالکؒ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ "الاستحسان تسعة اعشار العلم (الاعتصام ج ۲ ص ۱۱۸) جب کہ صفی الدین بغدادی حنبلی لکھتے ہیں" قال القاضی الاستحسان مذهب احمد" (قواعد الاصول صفحہ ۱۱۱) جب کہ امام شافعیؒ اس کے قائل نہیں۔

(آمدی جلد ۳ ص ۱۳۱)

لغوی مفہوم | استحسان کے لغوی معنی کسی امر یا شے کا مستحسن سمجھنا ہے " عد الشئ حسنا "

ملاحظہ ہو تلویح جلد ۲ ص ۸۱ و دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۲ ص ۵۶۷۔

انگریزی میں اسے (JURISTIC EQUITY) کہتے ہیں۔

اصطلاحی مفہوم | استحسان کے مفہوم کی تشریح میں خاصا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کے لفظی مفہوم سے ہی اصطلاحی مفہوم وضع کیا ہے، چنانچہ امام ابن حزم اپنی کتاب "الاحکام" میں لکھتے ہیں۔ استحسان وہ ہے نفس جس کی خواہش اور موافقت کرے خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، یعنی خواہش کے مطابق کسی دلیل کے بغیر کسی چیز کو حلال و حرام کر لیا جائے۔ تقریباً یہی مفہوم شافعی علماء نے سمجھا ہے

چنانچہ امام شافعیؒ نے اپنے رسالۂ "اصولیہ" میں اور اپنی کتاب "الام" کے ساتویں حصے میں تفصیل کے ساتھ اس کی تردید کی ہے اور اسے معتبر شرعی اصول سے خارج کیا ہے فرماتے ہیں "وہ شخص جو حاکم یا مفتی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ کتاب وسنت یا اہلِ علم کے متفقہ احکام کے مطابق فیصلہ کرے یا اُن میں سے کسی ایک اصول پر قیاس کرے لیکن اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ استحسان کے اصول کے مطابق کوئی فیصلہ یا فتویٰ دے۔" آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"جو کوئی مستند نصِ شرعی یا قیاس کے بغیر حکم یا فتویٰ دے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ وہ کتاب وسنت کے خلاف اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ کرتا ہے"۔

یہ قول بھی امام شافعیؒ کی طرف منسوب ہے "جو استحسان کے مطابق حکم دے وہ نئی شریعت نکالتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اسلامی شریعت کے خلاف اپنی طرف سے نئی شریعت قائم کرتا ہے"۔

ایک دوسری روایت میں امام شافعیؒ نے یہ فرمایا ہے "استحسان کے مطابق فتویٰ دینا باطل ہے"۔

اسی وجہ سے متکلمین کے علمائے اصول نے استحسان کی تردید کی ہے اور اسے غیر معتبر اور بے بنیاد دلائل میں شمار کیا ہے جس پر استنباطِ احکام کے لیے اعتماد نہیں کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اسے بے دلیل حکم سمجھتے ہیں۔ اُن ہی میں سے ایک عالم نے کہا ہے "یہ ایسی دلیل ہے جو مجتہدین کی ذات کو داغدار کردیتی ہے۔ اور اس کے لیے اس کی توضیح اور توجیہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو (تاریخ تشریع الاسلامی از شیخ خضری بک ص ۲۱۴ - ۲۱۵)

تعریف اسلامی فقہ کی ایک اصطلاح جسے مسلکِ حنفی میں بمقابلہ قیاسِ جلی، قیاس خفی پر محمول کیا جاتا ہے اور جس کی حیثیت ایک ایسی دلیل کی ہے جو مجتہد کے قلب پر تو نقش ہوتی ہے لیکن لفظوں میں اُسے بیان نہیں کیا جا سکتا بوجہ ہذا اصولیین نے استحسان کی تعریف مختلف انداز سے کی ہے۔ چند تعریفات حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ صدر الشریعہ نے استحسان کی یہ تعریف کی ہے۔ ھو دلیل یقابل القیاس الجلی (تنقیح ج ۲ ص ۸۱)

۲۔ سرخسی نے یہ تعریف کی ہے۔ ھو ترک القیاس والاخذ بما ھو اوفق للناس (فلسفہ شریعتِ اسلام ص ۱۳۶)

۳۔ آمدی نے یہ تعریف کی ہے۔ "انہ عبارۃ من العدول عن موجب قیاس وقیاس

اقوی منہ" (الاحکام جلد ۳ ص ۱۳۷)

۴ — کشف بزدوی میں یہ تعریف درج ہے "الاستحسان هو القیاس الخفی" (جلد ۴ ص)

۵ — ارشاد الفحول میں یہ تعریف مرقوم ہے "هو العدول عن حکم الدلیل الی العادة لمصلحة الناس" (ص ۲۴۰)

۶ — سرخسی نے ایک تعریف یہ لکھی ہے "الاستحسان طلب السهولة فی الاحکام فیما یبتلی فیه الخاص والعام" (المبسوط ج ۱۰ ص ۱۴۵)

۷ — ابن الانباری نے یہ تعریف لکھی ہے "هو استعمال المصلحة جزئیة فی مقابل قیاس کلی" (ابوحنیفہ از ابوزہرہ حاشیہ ۳۲۴) یہ تعریف مالکی مذہب کے مطابق ہے۔

۸ — ابن عربی نے یہ تعریف کی ہے "الاستحسان ایثار ترک مقتضی الدلیل علی طریق الاستثناء والترخص لمعارضة ما یعارض به فی بعض مقتضاته" (حوالہ پیرا نمبر ۷) یہ بھی مالکی مسلک کے مطابق ہے۔

۹ — قواعد الاصول صفحہ ۱۱۹ پر مسلک احمد بن حنبل کے مطابق یہ تعریف درج ہے "هو ان یترك حکما الی حکم هو اولیٰ منه"

۱۰ — ایک تعریف یہ ہے "العدول فی مسئلة عن مثل ما حکم به فی نظائرها الی خلافه بوجه هو اقوی (منهاج الاصول)

قرآن میں اشارۂ استحسان قرآن کریم میں مندرجہ ذیل آیات استحسان کی طرف اشارہ کرتی ہیں یا کم از کم ان سے استحسان کا اثبات کیا جاتا ہے۔

۱ — فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ - (الزمر ۱۸)

"میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دیجیے کہ وہ جو بات سنتے ہیں، اس میں "احسن" کی اتباع کرتے ہیں"۔

۲ — وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا (الاعراف ۱۴۵)

"اپنی قوم کو حکم دے دیجیے کہ وہ احسن احکام کو اختیار کریں"۔

استحسان کی ضرورت کے بارے میں مندرجہ ذیل آیات خصوصی اہمیت رکھتی ہیں:۔

۱۔ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۔ ۷۸)

"اللہ تعالیٰ نے دین میں تمہارے اُوپر کوئی تنگی نہیں کی ہے"۔

۲۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۔ ۱۸۲)

"اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے ۔مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا"

۳۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ ۔ ۲۸۶)

"اللہ تعالیٰ کسی کو اُس کی وسعت اور برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا"

احادیث و آثار میں اشارہ استحسان استحسان کے جواز کے ثبوت کے لیے عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ روایت پیش کی جاتی ہے "ما راٰہُ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن ۔یعنی جسے مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے" لیکن کہا گیا ہے کہ یہ حدیث نہیں بلکہ ابن مسعودؓ کا قول ہے۔

صحابہؓ کے طرزِ عمل میں استحسان کا ثبوت میراث کا مسئلہ ہے ۔ ہوا یہ تھا کہ ایک عورت کا انتقال ہوا اور اُس کے ورثاء میں شوہر، والدہ، دو سگے بھائی اور دو اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے ۔علم میراث کے قاعدے کے مطابق سگے بھائی عصبات میں شمار ہوتے ہیں اور اخیافی بھائی اصحاب فروض میں شامل ہیں، اصحاب فروض وہ ہیں جن کے حصے وحی الٰہی نے مقرر کر دیئے ہیں اور عصبات وہ ہیں، جن کے حصے متعین نہیں ہیں۔ صورتِ مذکورہ بالا میں شوہر کو نصف، والدہ کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کو تہائی حصہ ملے گا ۔قیاسی قاعدے کے مطابق اس تقسیم کے بعد کچھ نہیں بچتا ہے کہ سگے بھائیوں کو دیا جائے ۔اس بنا پر وہ محروم ہو جائیں گے اور اخیافی بھائی اپنا حصہ لے لیں گے ۔

ظاہر ہے کہ اس تقسیم سے سگے بھائیوں کا نقصان ہے ۔حالانکہ میت سے ان کا ناطہ اخیافی بھائیوں کی نسبت دُگنا ہے ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو پہلے تو آپ نے قیاسی فیصلہ فرمادیا جب عینی (سگے) بھائیوں نے ترکہ ہاتھ سے جاتا دیکھا تو حضرت عمرؓ سے کہا "فرض کیجیے ہمارے باپ کو اور سمجھ لیجیے ہمارا باپ کوئی گدھا تھا ۔لیکن کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہم چاروں ایک ہی ماں کی اولاد ہیں؟ یہ سُن کر عمرؓ نے اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرما لیا اور

اخیافی چاروں بھائیوں کو ثلث میں شریک قرار دینے کا فیصلہ کر لیا۔ (ملاحظہ ہو" فقہ اسلامی کا پس منظر ص ۲۴۰، چراغ راہ ص ۲۷۶)۔

اسی طرح پوتے کی میراث کا مسئلہ ہے جب دادا کی حیات میں باپ کا انتقال ہو جائے اور باپ کے پاس کوئی مال نہ ہو تو صورتِ مذکورہ میں پوتے کو میراث نہ ملے گی، کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا محروم ہو جاتا ہے۔

استحسان اور قدیم اصولِ قانون جن حالات اور ضروریات کے پیشِ نظر فقہاء نے استحسان کا اصول وضع کیا ہے۔ تقریباً اُن ہی ضروریات کے پیشِ نظر اس سے مشابہ ایک اُصول کا پتہ قدیم اُصول ہائے قوانین میں بھی ملتا ہے۔ یونانیوں میں اِسے " EPIEIKEIA " اور رومیوں میں (AEQUITA) کے ناموں سے موسوم کیا جاتا تھا۔ جدید قانون میں اس کو " EQUITY " سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اِس اصول کے متعلق ارسطو نے کہا ہے کہ " ملکی قانون میں جہاں کہیں عمومیت کی وجہ سے نقص ہو تو اس اصول کے ذریعے اس کی اصلاح کی جاتی ہے "۔ سسرو نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر قانون اور نصفت کا فرق واضح کیا ہے اور نصفت کو قانون کی سختی میں اعتدال پیدا کرنے والا بتایا ہے، کہا یہ جاتا ہے کہ اس اُصول کی ابتدا روم میں غیر ملکیوں کے حقوق و فرائض کی حفاظت اور بین الاقوامی امور کے تصفیے اور قومی تجارت کے ضوابط کی توضیح کے لیے ہوئی تھی۔ کیونکہ اُس زمانے میں نہایت دشوار تھا کہ کوئی قوم دوسری قوم کے رسم و رواج اور قانون کو قبول کر لیتی ــــ اس لیے رومی مقننین نے چند ایسے اُصول مقرر کیے جن کے تحت باہمی معاملات کا تصفیہ حالات و مقامات کے لحاظ سے وہ کرتے تھے۔

ملکی قانون میں چونکہ عام اُصول بیان کیے جاتے ہیں۔ اور منفرد مقدمات کے مخصوص حالات کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے اس لیے قانون کی عمومیت کے سبب اکثر مقدمات فیصل کرتے وقت لوگوں کے حق میں ناانصافی ہوتی ہے اور کبھی قانون نافذ کرتے وقت بعض گوشے مقننین کی نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ جن کی بنا پر دوسرا فریق موزوں چارۂ کار اختیار نہیں کر پاتا ہے اور نقصان اُٹھاتا ہے۔ ایسی جملہ ضروریات میں جب کہ قانون نے دادخواہوں کی ضروریات کے موافق دادرسی اور چارۂ کار عطا کرنے سے اغماض برتا ہے، عدالتوں کو قانون کی حدود سے (باقی دیکھیں صفحہ ۵۱)

بقیہ استحسان بحیثیت ماخذِ فقہِ اسلامی

تجاوز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور قدرتی انصاف کے مطابق فیصلہ کرنا پڑتا ہے۔

قدیم مذہبی قاضیوں نے اکثر بنیادی اصول مذہبی قانون سے اخذ کیے ہیں۔ بعد کے مذہبی جانشینوں (قاضیوں) نے اکثر قانونِ روما سے کام لیا ہے، جس کے قواعد مذہبی قوانین کی بہ نسبت دنیاوی تنازعات کے سلسلے میں زیادہ کارآمد تھے۔

عنوانِ بالا کا حاصل کلام یہ ہے کہ تمدنی ضروریات اور ملکی مصالح کے پیشِ نظر قدیم قانون میں نصفت کی تجویز پر عمل کیا گیا تھا۔ استحسان کی تجویز بھی بڑی حد تک ان ہی مصالح اور ضروریات کے پیشِ نظر عمل میں لائی گئی ہے۔

(باقی)

فقہ الزکاۃ (مجلد) از یوسف القرضاوی حصہ اوّل و دوم -/۵۰ روپے سوم و چہارم -/۶۰ روپے
سفرِ شوق فرید احمد پراچہ -/۱۵ روپے
انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء محمد قطب -/۲۵ روپے
البدر پبلی کیشنز - ۲۳ - راحت مارکیٹ اردو بازار لاہور